مودّت

حسین سحر

مودّت

(مناقب و سلام)

حسین سحر

کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان کینٹ

مودّت

ضابطہ

(جملہ حقوق محفوظ)

اشاعت اول	1999ء
کمپوزنگ	کمپیوٹر ڈیز
طباعت	فیم ایڈ ملتان
ناشر	کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان کینٹ
ہدیہ	100/-

انتساب

صاحب العصر والزماں

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی نذر

مناقب

ابوطالبؑ

عزم کی جاں ہے ابوطالبؑ کی ذات
روحِ ایقاں ہے ابوطالبؑ کی ذات

کوئی پوچھے تو دلِ اسلام سے
سرِ ایماں ہے ابوطالبؑ کی ذات

حفظِ ختم المرسلینؐ کے واسطے
اک نگہباں ہے ابوطالبؑ کی ذات

دشمنانِ دینِ حق کے سامنے
تیغِ براں ہے ابوطالبؑ کی ذات

بے یقینی کے اندھیروں کے لیے
اک چراغاں ہے ابوطالبؑ کی ذات

راہِ حق کانٹوں سے گر معمور ہے
گل بداماں ہے ابوطالبؑ کی ذات

خدیجہؑ

طیبہ خدیجہؑ ہیں طاہرہ خدیجہؑ ہیں
عابدہ خدیجہؑ ہیں زاہدہ خدیجہؑ ہیں

یہ سعادتِ عظمیٰ بس انہی کو حاصل ہے
دینِ پاک کی پہلی مومنہ خدیجہؑ ہیں

دل سے وہ محمدؐ کے فقر کی ہیں شیدائی
گو زر و جواہر کی مالکہ خدیجہؑ ہیں

ہیں رہِ مصائب میں غمگسار شوہر کی
ان کے چہرۂ حق کا آئینہ خدیجہؑ ہیں

صرف کر دیا سارا مال راہ مولا میں
کس قدر پیمبرؐ کی محسنہ خدیجہؑ ہیں

علیؑ

فخرِ ابراہیمؑ، رشکِ نوحؑ و آدمؑ ہے علیؑ
در حقیقت ذاتِ حق کا اسمِ اعظم ہے علیؑ

جس طرح ہارونؑ کی نسبت ہے موسیٰؑ کے لیے
اس طرح چشمِ محمدؐ میں مکرم ہے علیؑ

جس کی ہے اک اک ادا آیاتِ محکم کی دلیل
وہ سراپا علم، قرآنِ مجسم ہے علیؑ

کیوں عبادت ہو نہ اس کا ذکر پھر میرے لیے
قبلہ گاہِ بوذرؓ و عمارؓ و میثمؓ ہے علیؑ

جس کا سایہ دونوں عالم کے سروں پر ہے سحرؔ
دینِ قیم کا وہ سر افراز پرچم ہے علیؑ

مرتضیٰؑ

علم و حکمت کا چمن ہیں مرتضیٰ
نورِ عظمت کی کرن ہیں مرتضیٰ

بھائی احمدؐ کے ہیں زوجِ فاطمہؑ
بوالحسینؑ و بوالحسنؑ ہیں مرتضیٰ

دست و بازوئے رسولِؐ پاک ہیں
حامیِ شاہِ زمنؐ ہیں مرتضیٰ

ناز ہے ان پر شہِ لولاکؐ کو
افتخارِ پنجتنؑ ہیں مرتضیٰ

صفدر و حیدر انہی کا ہے لقب
غازی و خیبر شکن ہیں مرتضیٰ

مودّت

ہر طرف چھائی ہے ان کی تمکنت
دہر پر سایہ فگن ہیں مرتضیٰ

ہے وہی تو اصل راہِ حق سحرؔ
راہ جس پر گامزن ہیں مرتضیٰ

فاطمہؑ

نورِ عصمت کی درخشاں کہکشاں ہیں فاطمہؑ
عفت و پاکیزگی کا آسماں ہیں فاطمہؑ

جس کی شاخوں پر کھلے رنگِ امامت کے گلاب
وہ خزاں نا آشنا اک گلستاں ہیں فاطمہؑ

کیوں نہ ان کی عزت و تکریم کو اٹھیں رسولؐ
انکی آنکھوں کی ضیا، تسکینِ جاں ہیں فاطمہؑ

اک نمونہ ہیں نساء العالمیں کے واسطے
سیدہ ہیں اور خاتونِ جناں ہیں فاطمہؑ

جیسے زیب سر ہے چادر آیۂ تطہیر کی
اس طرح کونین پر سایہ کناں ہیں فاطمہؑ

جن کے ہاتھوں پر ہیں چکی کی مشقت کے نشاں
صبر و استقلال کی وہ داستاں ہیں فاطمہؑ

جن کے ہونٹوں پر ہیں آیاتِ خدا شام و سحر
وہ عبادت کیش وہ تسبیح خواں ہیں فاطمہؑ

مودت

حسنؑ

امن و سکون و صلح کا مفہوم ہے حسنؑ
اک پیشوائے امتِ مرحوم ہے حسنؑ

دنیا کو جس نے قند و نباتِ سکوں دیا
اس کے ہی ہاتھوں دیکھئے مسموم ہے حسنؑ

ہر ظلم کا جواب دیا صبر سے سدا
بھائی کی طرح دہر میں مظلوم ہیں حسنؑ

تاریخ کے اک ایک ورق پر بصد حشم
اب بھی جلی حروف میں مرقوم ہے حسنؑ

دونوں جہاں میں میرا تعارف ہے بس یہی
خادم ہوں میں سحرؔ مرا مخدوم ہے حسنؑ

حسینؑ

حق کا سفیر مرضیٔ یزداں حسینؑ ہے
سلطانِ عشق فخرِ رسولاں حسینؑ ہے

قائم رہے گی تا بہ ابد اس کی روشنی
غم کے فلک کا نیرِ تاباں حسینؑ ہے

جاں دے کے اس نے ظلم و ستم کو شکست دی
مظلومیت کے درد کا درماں حسینؑ ہے

انسانیت کو ناز ہے جس حق شعار پر
تاریخ میں عظیم وہ انساں حسینؑ ہے

باطل کے ظلم و جبر کو ملتی نہیں پناہ
للکارتا ہوا سرِ میداں حسینؑ ہے

شوکت اسی کے دم سے ہے دینِ رسولؐ کی
دینِ رسولؐ کا سر و ساماں حسینؑ ہے

حیرت سے دیکھتا ہے زمانہ یہ معجزہ
رحلِ سناں پہ بولتا قرآں حسینؑ ہے

ڈوبا نہیں دلوں میں ابھی تک جو اے سحرؔ
وہ آفتابِ شامِ غریباں حسینؑ ہے

عباسؑ

زورِ دستِ لافتیٰ عباسؑ ہے
قوتِ فوجِ خدا عباسؑ ہے

جس کو خود مانگا تھا مولاؑ نے کبھی
وہ دعائے مرتضیٰؑ عباسؑ ہے

وہ علمبردارِ شاہِ مشرقینؑ
سرخیِ کرب و بلا عباسؑ ہے

کربلا میں ہے وہ عکسِ مرتضیٰؑ
شاہِ دیں کا نقشِ پا عباسؑ ہے

کوئی دیکھے تو کتابِ عشق میں
معنیِ حرفِ وفا عباسؑ ہے

مودّت

زینبؑ

نقشِ گفتارِ مرتضیٰؑ زینبؑ
عکسِ کردارِ فاطمہؑ زینبؑ

بعدِ شبیرؑ دینِ حق کے لیے
بن گئی باعثِ بقا زینبؑ

داد دی جس کی سیدہؑ نے بھی
صبر کی وہ ہے انتہا زینبؑ

قصرِ شاہی ہلا دیا جس نے
وہ ہے اک شعلۂ نوا زینبؑ

کربلا پہ اسی کا سایہ ہے
خود اگرچہ ہے بے ردا زینبؑ

قصیدہ امامِ زمانہؑ

صاحب العصر و الزماں ہیں آپؑ
رہبرِ نوعِ انس و جاں ہیں آپؑ

روحِ اسلام کی زباں ہیں آپؑ
دینِ احمدؐ کے ترجماں ہیں آپؑ

آپ ہیں روشنی کے ہالے میں
نور کا ایک آسماں ہیں آپؑ

دین زندہ ہے آپؑ کے دم سے
مذہبِ حق کے پاسباں ہیں آپؑ

دہر ہے آپ کے تصرف میں
مرضیٔ حق کے راز داں ہیں آپؑ

کوہ و صحرا پہ آپ کا سکہ
اور دریاؤں میں رواں ہیں آپؑ

ظلم کو آپ ہی مٹائیں گے
عدل کا سرمدی نشاں ہیں آپؑ

ظاہراً کوئی بھی حکومت ہو
دل کی دنیا پہ حکمراں ہیں آپؑ

گرچہ غائب ہیں چشمِ دنیا سے
میرے دل میں مگر عیاں ہیں آپؑ

ڈھونڈتی ہے نظر زمانے کی
بے سہاروں کا سائباں ہیں آپؑ

چشمِ عالم پہ آشکارا ہوں
پردۂ غیب میں نہاں ہیں آپؑ

اک زمانہ تلاش کرتا ہے
حجتِ ربِ دو جہاں ہیں آپ

انتظار اور ہو نہیں سکتا
اب تو آ جایئے کہاں ہیں آپ؟

قطعہ

علیؑ امامِ مبیں، مظہر العجائب بھی
وصیِ سرورِ دیں ہے نبیؐ کا نائب بھی

پکارتے ہیں اسی کو ہر ایک مشکل میں
وہی ہے عقدہ کشا دافعِ مصائب بھی

سلام

وہ شخص کہ جو مثل تھا کردارِ نبیؐ کے
برسائے گئے تیر جنازے پہ اسی کے

قاتل کو بھی سیراب کیا جس کے پدر نے
تھا زہر مقدر میں اسی ابنِ سخی کے

جس ذات میں ہو نقشِ علیؑ عکس کی صورت
کیسے نہ مخالف ہو بھلا تاجِ شہی کے

جو گلشنِ جنت کے جوانوں کا ہو سردار
کیونکر وہ بھلا حق میں ہو دنیائے دنی کے

صرف اس لیے وہ صلح کا پیکر تھا جہاں میں
دشمن تھے جہاں والے حسنؑ ابنِ علیؑ کے

پیغامِ حسینؑ امن کا اک نور ہے اب بھی
قدموں کے نشاں ان کے کبھی ہوں گے نہ پھیکے

میں سرمہ سمجھ کر انہیں آنکھوں میں لگاؤں
ذرے جو ملیں مجھ ک سحرؔ ان کی گلی کے

سلام

شفق ہے کہ ہے دیدۂ تر کی صورت
ہلالِ محرم ہے خنجر کی صورت

روانہ ہیں شبیرؑ شہرِ نبیؐ سے
عجب سی ہے دیوار اور در کی صورت

بجھانے کو قندیلِ نورِ نبوت
بڑھیں ظلمتیں ایک لشکر کی صورت

وہ مرجھا گیا ظلم کی آندھیوں میں
جو چہرہ کھلا تھا گلِ تر کی صورت

وہ آئینہ ٹوٹا ہے سنگِ ستم سے
نظر جس میں آتی تھی سرورؑ کی صورت

ترستے تھے قطرے کو کوثر کے وارث
تھی خیموں میں ہر سمت محشر کی صورت

وہ پامالِ جور و ستم ہو گئے خود
بگڑنے نہ دی دینِ سرورؑ کی صورت

وہ ہے آفتابِ ہدایت جہاں میں
سناں پر جو ابھرا ہے اک سر کی صورت

دھڑکتا ہے دل میرا عشقِ علیؑ میں
الگ ہے زمانے سے بوذرؓ کی صورت

عَلم دین کا سائباں بن گیا ہے
سرِ پاکِ زینبؑ کی چادر کی صورت

نہیں کوئی حد ان کے صبر و رضا کی
وہ ہیں بیکراں اک سمندر کی صورت

سبھی میں ہے رنگِ حسینؑ ابن حیدرؑ
سحرؔ ایک سی ہے بہتر کی صورت

☆

نکلا ہے چاند محرم کا
آغاز ہے غم کے موسم کا

مودّت

آنکھوں سے رواں ہیں اشکِ عزا
سینے پہ داغ ہے ماتم کا

جنت اپنی جاگیر ہوئی
اعجاز ہے یہ تیرے غم کا

ہاتھوں میں ہیں ساغر کوثر کے
رتبہ ہے یہ دیدۂ پرنم کا

سایہ ہے زمانے پر اب بھی
عباسؑ کے اڑتے پرچم کا

تو رشکِ خلیلؑ ہے ابنِ علیؑ
تو فخر ہے نوحؑ و آدمؑ کا

ثانی ہی نہیں دنیا میں کوئی
شبیرؑ کے عزمِ مصمم کا

اسلام پہ رہتی دنیا تک
احساں ہے شہیدِ اعظم کا

میں حلقہ بگوش ہوں دل سے سحرؔ
عمارؓ و حبیبؓ و میثمؓ کا

☆

آنسو ہیں ہر اک آنکھ میں پرسوز ہے سینہ
اس طور سے آیا ہے محرم کا مہینہ

شبیر! ترا ذکر ہے اک ایسا خزینہ
جاری ہے ہر اک دور میں جو سینہ بہ سینہ

تُو جا تو رہا ہے رہِ کربل کے مسافر
ترسے گا تری دید کو یہ شہرِ مدینہ

جاں نذر کو لے آیا محمدؐ کا نواسہ
گرداب میں اسلام کا دیکھا جو سفینہ

عباسؑ کہاں کھویا گیا ہے لب دریا
تکتی ہے تری راہ ابھی مشکِ سکینہ

گردن سے کٹا سر جو سرِ نوک سناں ہے
معراجِ بشر ہے یہ بلندی کا ہے زینہ

ہے جس کی چمک شامِ غریباں سے نمایاں
سجادؑ ہے وہ تاجِ امامت کا نگینہ

اشکوں سے کہاں صورتِ اظہار ہے ممکن
سینہ ہے مرا درد سے معمور دفینہ

ملتے ہی نہیں لفظ غمِ شاہ کے شایاں
پھر کیسے سحرؔ مجھ کو بیاں کا ہو قرینہ

☆

مہمان جو آغوشِ تقدس کے ہیں پالے
اے دشتِ بلا تیری فضاؤں کے حوالے

باطل کے اندھیروں کو زمانے سے مٹانے
لے آیا حسینؑ اپنے بھرے گھر کے اجالے

قاسمؑ ہے نہ اکبرؑ ہے نہ عباسِؑ علمدار
شبیرؑ کو جو نرغۂ اعدا سے نکالے

اے ابنِ علیؑ! دین ہے طوفانِ بلا میں
جز تیرے بھلا کون سفینہ یہ سنبھالے؟

شبیرؑ کی مدحت کا صلہ اور سحرؔ کیا؟
جی بھر کے پیو بادۂ تسنیم کے پیالے

مودّت

☆

کرنوں کا گماں ہوتا ہے ہر راہ گزر پر
سورج کوئی نکلا ہے اجالوں کے سفر پر

آتے ہیں ترا ذکر لبوں پر اے شہِ دیں!
جلتے ہیں دیے آج بھی ہر طاقِ نظر پر

ہوں اشک فشاں یادِ شہیدانِ وفا میں
تارے سے چمکتے ہیں مرے دیدۂ تر پر

روکی ہیں تنِ تنہا مظالم کی سنانیں
اے ابنِ علیؑ! تو نے تحمل کی سپر پر

جاں دے کے اتارا ہے حسین ابنِ علیؑ نے
وہ بارِ گراں امت جد کا تھا جو سر پر

مودّت

انساں کو غلامی کے شکنجے سے چھڑایا
احسان ہے شبیرؑ! ترا نوعِ بشر پر

کیونکر نہ ضعیفی کے ہوں آثار ہویدا
شبیرؑ جواں لاش کو لائے ہیں کمر پر

شبیرؑ کے ہاتھوں میں نہیں اصغرؑ معصوم
اک پھول ہے مرجھایا ہوا غم کے شجر پر

میں روضۂ مظلوم پہ ہوں ہاتھ اٹھائے
کیونکر نہ دعا ہو مری معراجِ اثر پر

دامن میں عطا ہو مجھے عرفان کی دولت
آیا ہوں حسینؑ ابنِ علیؑ! میں ترے در پر

میں اس کے سوا کچھ بھی نہیں چاہتا مولا
ہو ایک توجہ کی نظر اپنے سحرؔ پر

☆

صدیوں پر ہے حاوی پیاس
کرب و بلا والوں کی پیاس

دریا تھا پابندِ ستم
صحرا میں در آئی پیاس

کوثر کے جو مالک تھے
ان کے ہونٹوں پر تھی پیاس

سینوں میں زخموں کے داغ
ہونٹوں پر تھی جلتی پیاس

آنکھیں اشکوں سے سیراب
لب پر تین دنوں کی پیاس

مودّت

دریا کے اندر پانی
دریا کے باہر تھی پیاس

ظرف سمندر ہے جن کا
رشکِ فرات ہے ان کی پیاس

درسِ وفا دنیا کے لیے
عباسِ غازی کی پیاس

حلق میں کانٹے ہی کانٹے
پھول سے ہونٹوں پر تھی پیاس

شرمندہ ہے دریا بھی
کربل میں تھی کیسی پیاس

ان کی پیاس کے آگے کیا؟
تیری پیاس اور میری پیاس

دریا بھی تھا مثلِ سراب
آنکھوں میں تھی کیسی پیاس

ڈھونڈتی ہے آبِ معنی
لب پہ سحر لفظوں کی پیاس

☆

بھلا یہ کون ہے انسان نوکِ نیزہ پر
ہے دینِ حق کا نگہبان نوکِ نیزہ پر

دلوں پہ جس کی حکومت رہے گی حشر تلک
ہے کربلا کا وہ سلطان نوکِ نیزہ پر

نہیں ہے چہرۂ شبیر محوِ ذکرِ خدا
ہے ایک بولتا قرآن نوکِ نیزہ پر

اے اہلِ کوفہ! یہی طورِ میزبانی ہے؟
تمہارا آج ہے مہمان نوکِ نیزہ پر

"حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ میں سے ہوں"
نبیؐ کا آج ہے فرمان نوکِ نیزہ پر

جو دین کا سرو سامان کر گئے پیدا
وہ خود ہیں بے سرو سامان نوکِ نیزہ پر

سرِ حسینؑ جو مشغول ہے تلاوت میں
تو محوِ ذکر ہے ایمان نوکِ نیزہ پر

زمانہ دیکھ لے آلِ رسولؐ اطہر سے
الگ ہوا نہیں قرآن نوکِ نیزہ پر

نہ کیسے قافلہ جائے بلندیوں کی طرف
ہے قافلے کا حدی خوان نوکِ نیزہ پر

بتا رہا ہے یہ کرب و بلا کا ہر کردار
کہ داستاں کا ہے عنوان نوکِ نیزہ پر

صدائے حق نہ کبھی دب سکے گی باطل سے
یہی تو حق کا ہے اعلان نوکِ نیزہ پر

ہر اہلِ دل کو سحر کربلا کی صورت میں
ملا ہے دردکا عرفان نوکِ نیزہ پر

☆

خم ہو نہ سکے گا کبھی جرار کا پرچم
لہراتا ہے عباسِ علمدار کا پرچم

تسلیم کا ایمان کا ایثار کا پرچم
پرچم ہے یہی دین کے معیار کا پرچم

غازی کوئی آیا ہے یہ میدانِ وفا میں
ہاتھوں میں لیے سیدِ ابرار کا پرچم

رنگین ہے جو خونِ شہیدانِ وفا سے
ہے قافلۂ دین کے سالار کا پرچم

چادر کہ جو کل ظلم کے ہاتھوں سے چھِنی تھی
یہ آج ہے اس چادرِ اطہار کا پرچم

جو ظلم کے تیروں سے کبھی جھک نہ سکے گا
پرچم ہے وہ مظلوم کے کردار کا پرچم

ظلمت سے ڈریں کیوں کہ سروں پر ہے ہمارے
سایہ فگن اک لشکرِ انوار کا پرچم

ہوتے ہیں تو ہو جائیں قلم ہاتھ ہمارے
جھکنے نہ کبھی دیں گے مگر دار کا پرچم

مودّت

شبیر کے غم میں سحر اظہار کی خاطر
کھلتا ہے مرے ذہن میں اشعار کا پرچم

☆

اک سمت تو ہیں صرف بہتر لبِ فرات
اک سمت ہے ہزاروں کا لشکر لبِ فرات

ہیں اک طرف تو اہلِ ستم کی شقاوتیں
اور اک طرف ہیں صبر کے پیکر لبِ فرات

کیسی یہ بے نیازئ قدرت ہے دیکھیے
تشنہ دہن ہیں وارثِ کوثر لبِ فرات

اصغر کو ایک بوند بھی پانی نہ مل سکا
مرجھا کے رہ گیا وہ گلِ تر لبِ فرات

مودّت

مشک سکینہ خالی کی خالی ہی رہ گئی
نیزوں سے کٹ گیا ہے دلاور لبِ فرات

پانی کی بوند بوند کو ترسے ہیں اہلِ بیت
برپا رہا ہے پیاس کا محشر لبِ فرات

بچوں کی تشنگی کو مٹائے گا کون آج
عباسؑ ہیں نہ قاسمؑ و اکبرؑ لبِ فرات

پانی پہنچ نہ پائے خیامِ حسینؑ تک
یہ چاہتے ہیں سارے ستم گر لبِ فرات

پیاسوں کے ہونٹ چھونے کی حسرت ہی رہ گئی
موجیں پٹک پٹک کے گئیں سر لبِ فرات

یہ بھی فلک کی آنکھ نے دیکھا ہے سانحہ
چلتا ہے حلقِ شاہؑ پہ خنجر لبِ فرات

سیراب ہیں شرابِ شہادت سے تشنہ لب
ہاتھوں میں لے کے خلد کے ساغر لبِ فرات

صحرا کی تیز دھوپ کی کیا حیثیت سحرؔ
جبریلؑ کا ہے سایۂ شہپر لبِ فرات

☆

آنکھوں سے لہو روتی رہی شامِ غریباں
یوں ہمدم و ہمراز بنی شامِ غریباں

جب ڈوب گیا دشت میں عاشور کا سورج
تاحدِ نظر پھیل گئی شامِ غریباں

ویرانی سی ویرانی خموشی سی خموشی
رنج و غم و حسرت میں گھری شامِ غریباں

تنہائی سی تنہائی اداسی سی اداسی
وقفِ غم و آلام ہوئی شامِ غریباں

خیموں میں لگائی جو گئی دستِ ستم سے
اس آگ میں جلتی ہی رہی شامِ غریباں

آہوں کا دھواں بھی ہے لبوں پر ہے فغاں بھی
یوں دشتِ مصائب میں ہوئی شامِ غریباں

کچھ راکھ ہے خیموں کی تو کچھ بکھرا لہو ہے
کس کس سے کہے رنجِ دلی شامِ غریباں

جب خاک اڑی دشت کی کچھ ننگے سروں پر
کچھ اور المناک ہوئی شامِ غریباں

سر پر ہے ابھی رات نئی ظلم و ستم کی
یہ سوچ کے رک رک کے چلی شامِ غریباں

یاد آیا سحرؔ جب بھی سفر کرب و بلا کا
ہر موڑ پہ دیکھی ہے نئی شامِ غریباں

☆

اصغر کا خوں حسینؑ کی ہے آستین پر
لرزہ ہے طاری طائرِ سدرہ نشین پر

یہ کربلا ہے یہ ہے شہیدوں کی بارگہ
جنت بھی رشک کرتی ہے اس سرزمین پر

بنیادِ لاالہ کو کیا خوں سے مستقل
احسان ہے حسینؑ کا دینِ متین پر

زخموں سے لالہ فام ہے چہرہ امامؑ کا
بکھرا ہو جیسے خون کتابِ مبین پر

ہاتھوں میں ہے حسینؑ کے شمشیرِ حیدری
چھایا ہے ایک خوف یسارو یمین پر

اصغرؑ نہیں ہیں ناز میں پالے ربابؑ کے
شبیرؑ کو بھی ناز ہے اس نازنین پر

قربان ہو کے شاہؑ نے ثابت یہ کر دیا
ایسا کوئی ملے گا نہیں اس زمین پر؟

ذبحِ عظیم، رتبہ عالی نشاں کے بعد
لازم ہے احترامِ بشر عالمین پر

میدان میں حسینؑ کو کتنا ہے اعتماد
اپنے ہر اک حبیب و مغیث و معین پر

اے ذوالجناح! کچھ تو بتا ہے کہاں سوار؟
فرشِ زمین پر ہے نہ وہ تیری زین پر

عباسؑ ایک شیر سا بیٹا اسی کا ہے
مولا کو کیوں نہ فخر ہو اُم البنینؑ پر

بعدِ امام خیمۂ سادات دیکھیے
شبیرؑ کا گمان ہے ہر اک مکین پر

خطبہ علیؑ کی بیٹی کا دربارِ شام میں
سکتہ سا ایک طاری ہے سب سامعین پر

مجلس میں پرسہ لینے کو آتی ہیں فاطمہؑ
ان کی نگاہ ہوتی ہے سب حاضرین پر

وہ روشنی حسینؑ کے غم میں ملی سحر
تارے چمک رہے ہیں قلم کی جبین پر

☆

سب سے سیدھا سب سے سچا راستہ
ہے حسینؑ ابن علیؑ کا راستہ

جس میں ہے رنگِ شہیداں کی بہار
ہے وہی خلدِ بریں کا راستہ

وہ مسافر تھا رہِ عرفان کا
اس نے اپنا خود بنایا راستہ

ایسا رشکِ موسیٰ عمراں ہے وہ
جس کو خود دیتا ہے دریا راستہ

جس پہ ہم چل کر بھٹک سکتے نہیں
اس نے ہم کو وہ بتایا راستہ

اس کی منزل لالہ زارِ سرمدی
اس مسافت میں ہے صحرا راستہ

جس کا مقصد تھا بنائے لاالٰہ
کس طرح اپنا بدلتا راستہ؟

جس پہ چلتے ہی رہیں گے اہلِ حق
اس نے ایسا اک دکھایا راستہ

حرؑ چلا آیا ہے اپنے آپ ہی
خلد کا جب اس نے دیکھا راستہ

اے حسینؑ ابن علیؑ! آساں نہیں
مشکلوں سے پر ہے تیرا راستہ

جگمگاتے ہیں ترے نقشِ قدم
روشنی سے پر ہے سارا راستہ

ہر قدم تیرے لہو کی ہے مہک
تیرا رستہ ہے مہکتا راستہ

جس پہ ہر اک شخص چل سکتا نہیں
اس کا رستہ ہے انوکھا راستہ

جو ہمیں لے جائے گا منزل تلک
مل گیا ہے ہم کو ایسا راستہ

چھوڑ کر دنیا کے سب رستے سحرؔ
ہم نے اپنایا ہے تنہا راستہ

☆

غیر ممکن ہے بھلا پائے یہ غم شبیرؑ کا
ہے کتابِ دل پہ نام اب بھی رقم شبیرؑ کا

مودّت

منزلِ حق و صداقت کے لیے ہے سنگِ میل
کربلا کی راہ میں اِک اِک قدم شبیرؑ کا

کٹ تو سکتا ہے مگر ظلم و ستم کے سامنے
یہ نہیں ممکن کہ سر ہو جائے خم شبیرؑ کا

صبر و تسلیم و رضا کا وہ ہے اک کوہِ گراں
کیا بگاڑے گا بھلا سیلِ ستم شبیرؑ کا؟

ہاتھ کٹ سکتے ہیں عباسِؑ دلاور کے مگر
جھک نہیں سکتا کسی قیمت علم شبیرؑ کا

عترتِ ختم الرسلؐ ہے یہ ہے ناموسِ علیؑ
خیمہ گاہِ دشت میں جو ہے حرم شبیرؑ کا

آسماں کے سب مکینوں پر تھی طاری کپکپی
جب ہوا دشتِ بلا میں سر قلم شبیرؑ کا

میں جو ہوں آلِ نبیؐ کے مدح خوانوں میں سحرؔ
ہے سراسر مجھ پہ یہ لطف و کرم شبیرؑ کا

☆

کس کا خیمہ جلا ہے صحرا میں؟
آسماں رو رہا ہے صحرا میں

جو چمکتا ہے چاند کی صورت
کس کا یہ نقشِ پا ہے صحرا میں؟

نوکِ نیزہ پہ بھی یہ کس کا سر
آیتیں پڑھ رہا ہے صحرا میں

جو ہواؤں سے بجھ نہیں سکتا
دیپ ایسا جلا ہے صحرا میں

مودّت

جس کو خدشہ نہیں خزاؤں کا
پھول ایسا کھلا ہے صحرا میں

حشر تک بھی جو مٹ نہیں سکتا
خون وہ جم گیا ہے صحرا میں

جس کے ہر فرد کی مثال نہیں
قافلہ وہ چلا ہے صحرا میں

وہ جو تھا شہسوارِ دوشِ نبیؐ
اس پہ خنجر چلا ہے صحرا میں

وہ جو ہم صورتِ پیمبرؐ تھا
بے کفن وہ پڑا ہے صحرا میں

یوں برہنہ ہیں بیبیوں کے سر
دھوپ ہی اب ردا ہے صحرا میں

پیاس جس کی نہیں بجھی اب تک
وہ سمندر رکا ہے صحرا میں

جس پہ چلتے رہیں گے اہلِ وفا
ایسا رستہ بنا ہے صحرا میں

اے سحرؔ ہم نے شام کے لب سے
ایک نوحہ سنا ہے صحرا میں

☆

غمِ شبیرؑ غمِ ماضی و آئندہ ہے
کربلا لمحۂ موجود میں بھی زندہ ہے

اس نے باطل کو ہمیشہ کے لیے للکارا
ہر زمانے میں وہی حق کا نمائندہ ہے

اس نے جاں دے کے بھی اپنی اسے رکھا جاری
کارِ اسلام کا بے مثل وہ کارندہ ہے

سر اٹھا کر نہیں چلتا کبھی دریائے فرات
پیاس پر اصغرِؑ معصوم کی شرمندہ ہے

تو نے شبیرؑ! عطا کی ہے وہ سرخی اس کو
رخِ اسلام ترے خون سے تابندہ ہے

جگمگاتا ہے ستاروں کی طرح ہر ذرہ
کربلا آج بھی روشن ہے درخشندہ ہے

خونِ عباسؑ علمدار نے بخشا ہے دوام
پرچمِ دینِ مبیں آج جو پائندہ ہے

خاکِ کربل سے میں اس طرح ہوں مانوس سحرؔ
دل مرا جیسے اسی دشت کا باشندہ ہے

☆

صدیاں گزر گئی ہیں زمانہ اداس ہے
شبیرؑ! تیری یاد میں دنیا اداس ہے

گزرا تھا ایک قافلہ عزم و ثبات کا
اب تک کڑکتی دھوپ کا صحرا اداس ہے

پیاسا تھا کون کس نے کنارے پہ جان دی؟
موجیں ہیں بے قرار تو دریا اداس ہے

دیکھا جو نوکِ نیزہ پہ چہرہ حسینؑ کا
موسیٰ کا جلوۂ یدِ بیضا اداس ہے

حسرت برس رہی ہے دیارِ رسولؐ پر
شبیرؑ کے بغیر مدینہ اداس ہے

مودّت

جھکتے تھے جس کے آگے فلک کے ملائکہ
بعدِ امامِ پاک وہ خیمہ اداس ہے

شبیرؑ تو نے زندہ کیا دینِ مصطفےٰؐ
تیرے بغیر روحِ مسیحاؑ اداس ہے

لوٹیں گے اب کبھی نہ علمدار نہر سے
اس سوچ میں ہے مشکِ سکینہ اداس ہے

کرب و بلا کے واقعۂ غم کے سامنے
تاریخِ کائنات کا چہرہ اداس ہے

شبیرؑ تجھ کو ڈوبا ہوا خوں میں دیکھ کر
اترا تھا تیرے گھر جو ستارہ اداس ہے

دشتِ بلا میں ظلم کی ایسی ہوا چلی
باغِ نبیؐ کا ہر گل و غنچہ اداس ہے

ہم چل سکے نہ ایک قدم تیری راہ میں
شبیرؑ تیرا نقشِ کفِ پا اداس ہے

غربت کی شام کا ہو بیاں کس طرح سحرؔ
میرا قلم ملول ہے لہجہ اداس ہے

☆

کب طمانچے ہیں سکینہ! تیرے رخساروں پر
تبصرے ہیں یہ کھلے ظلم کے کرداروں پر

ساقیٔ کوثر و تسنیم کے بچے پیاسے
بند پانی ہے محمدؐ کے جگر پاروں پر

ننھی شہزادی کے کانوں سے لہو رستا ہے
آزمائش کی گھڑی ہے یہ عزاداروں پر

کٹ گئے ہاتھ مگر مشکِ سکینہ نہ چھٹی
ناز دنیا کو ہے کچھ ایسے وفاداروں پر

سینہ شبیرؑ کا زخموں سے نہیں ہے چھلنی
خوں کے چھینٹے ہیں یہ قرآن کے سیپاروں پر

ہائے جو لوگ تھے پھولوں سے بھی بڑھ کر نازک
پا برہنہ ہی انہیں چلنا پڑا خاروں پر

سر برہنہ ہیں محمدؐ کے گھرانے والے
ایک سناٹا ہے چھایا ہوا بازاروں پر

خطبۂ بنتِ علیؑ سن کے ہے لرزہ طاری
کوفہ و شام کے آراستہ درباروں پر

وہ اندھیرا ہے کہ معصوم کا دم گھٹتا ہے
ایک وحشت سی ہے زندان کی دیواروں پر

بوڑھے کاندھوں پہ جو لایا ہے جواں کا لاشہ
پورا اترا ہے وہی صبر کے معیاروں پر

کربلا والے ہی دنیا میں وہ اہلِ حق ہیں
حرفِ حق لکھ گئے جو خون سے تلواروں پر

شامِ عاشور سَحر ایسی چلی غم کی ہوا
اک خزاں چھائی رسالت کے چمن زاروں پر

☆

بعد حسینؑ دیں کی تقدیر بن گئی ہے
زینبؑ کہاں رہی ہے؟ شبیرؑ بن گئی ہے

بھائی نے خواب دیکھا اسلام کی بقا کا
اس خواب کی بہن اب تعبیر بن گئی ہے

مودّت

ہر پا برہنہ قیدی کی سر برہنہ صورت
باطل کے سر کی خاطر شمشیر بن گئی ہے

ہر اشک ظلم پر ہے یوں احتجاج کرتا
ہر اک خموش صورت تقریر بن گئی ہے

میدانِ کربلا میں ہر لاش بے کفن کی
محکم حصارِ دیں کی تعمیر بن گئی ہے

معصوم کے لبوں پر خاموش مسکراہٹ
سینے میں حرملہ کے اک تیر بن گئی ہے

ماؤں کی بے ردائی بہنوں کی بے نوائی
سجادؑ کے قدم کی زنجیر بن گئی ہے

جو بوند بھی گری ہے دشت بلا میں خوں کی
وہ مصحفِ وفا کی تفسیر بن گئی ہے

صحراؤں کے سفر میں پہنچا جہاں جہاں وہ
اس کے قدم کی مٹی اکسیر بن گئی ہے

سورج کو ڈوبتے جب دیکھا ہے آسماں پر
آنکھوں میں کربلا کی تصویر بن گئی ہے

تاریخ کے ورق پر یہ خوں کی روشنائی
شام و سحر جفا کی تشہیر بن گئی ہے

☆

خوابِ ابراہیمؑ کی تعبیر کو نیند آ گئی
کربلا کی خاک پر شبیرؑ کو نیند آ گئی

رحلِ صحرا پر پریشاں ہے ترا اک اک ورق
اے کتابِ حق، تری تفسیر کو نیند آ گئی

سنسناتا آیا تھا ننھے مجاہد کی طرف
حلقِ اصغرؑ پر بالآخر تیر کو نیند آ گئی

اب کہاں دیکھے گی دنیا اکبرؑ مظلوم کو
احمدِ مختار کی تصویر کو نیند آ گئی

ساحلِ دریا پہ کیا سوئے ہیں عباسِؑ جری
موجِ مضطر کی ہر اک تحریر کو نیند آ گئی

کر گئے بیدار خفتہ آدمیت کا ضمیر
خود تو مقتل میں حرؑ دلگیر کو نیند آ گئی

ظلمتِ شامِ غریباں چھا گئی جب دشت میں
آسماں پر چاند کی تنویر کو نیند آ گئی

آلِ اطہرؑ کے سروں سے چادریں کیا چھن گئیں
مصحفوں میں آیۂ تطہیر کو نیند آ گئی

مودّت

قید خانے میں کوئی آواز اب آتی نہیں
بیڑیوں کو طوق کو زنجیر کو نیند آگئی

حشر تک بیعت کا اٹھے گا نہ اب کوئی سوال
زعمِ باطل کی ہر اک تدبیر کو نیند آگئی

صبر اپنی شان سے جاگا رہا لیکن سحر
ظلم و استبداد کی تقدیر کونیند آگئی

☆

ہر زمانے کے لیے تازہ غمِ شبیر ہے
کربلا کا درس بھی اک درسِ عالمگیر ہے

خاکِ صحرا پر گماں ہوتا ہے لالہ زار کا
یہ شہیدوں کے مہکتے خون کی تاثیر ہے

اس کی قربانی بقائے دین کا باعث ہوئی
خوابِ ابراہیمؑ کی وہ آخری تعبیر ہے

اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا قیامت کا سماں؟
پھول سے نازک گلے میں خار سا اک تیر ہے

مشک دانتوں میں بریدہ بازوؤں میں ہے علم
کربلا کے آئینے میں یہ بھی ایک تصویر ہے

خنجروں کے سائے میں سُبحانَ رَبی العلیٰ
سجدۂ آخر ہے کیا قرآن کی تفسیر ہے

عترتِ شہ سر برہنہ ہے بھرے بازار میں
کیا نبیؐ کے خانوادے کی یہی توقیر ہے؟

قافلہ سالار ہے کس قافلے کا یہ اسیر؟
طوق ہے جس کے گلے میں پاؤں میں زنجیر ہے

مودّت

آج بھی صحراؤں میں جس کی اذاں ہے گونجتی
خاکِ پاک اس کے قدم کی آج بھی اکسیر ہے

موجِ دریا ڈھونڈتی ہے ایسے تشنہ کام کو
جس کے خونِ سرخ سے حرفِ وفا تحریر ہے

جبر و استبداد باطل کا مٹانے کے لیے
حق کے ہاتھوں میں رضا و صبر کی شمشیر ہے

نوکِ نیزہ پر ہے اک ایسا بھی سر محوِ کلام
روشنی جس کی سحر اسلام کی تنویر ہے

☆

نوحہ

صغرا کا خط جو آیا مدینے سے کربلا
مقتل تھا اور تھے تن تنہا شہ ہدا
فرماتے تھے حسین کہ بیٹی لکھوں میں کیا

گزری ہے ہم پہ دشت میں جو ابتلا لکھوں
بیٹی! جوابِ خط میں تمہارے مَیں کیا لکھوں

پیاسا تھا تین روز کا اصغر کدھر گیا؟
عباس تھا چچا جو تمہارا وہ مر گیا
تم سن سکو گی؟ بھیا تمہارا گزر گیا

اب کیسے تم کو حرفِ تسلی بھلا لکھوں؟
بیٹی! جوابِ خط میں تمہارے مَیں کیا لکھوں

دنیا اندھیر ہے مری آنکھوں کے سامنے
اس بے کسی میں کون ہے جو آئے تھامنے
گھیرا ہے چار سو ہمیں افواج شام نے

غربت سے ہر کسی کو بچائے خدا، لکھوں
بیٹی! جوابِ خط میں تمہارے مَیں کیا لکھوں

خنجر جو ایک سینۂ نوشہ میں گڑ گیا
کیسے سہاگ پل میں دلہن کا اجڑ گیا
دریائے خاک و خون میں قاسم بچھڑ گیا

میں اس کے خونِ سرخ کو رنگِ حنا لکھوں
بیٹی! جوابِ خط میں تمہارے مَیں کیا لکھوں

کاغذ قلم دوات کہاں میرے پاس ہے؟
آہوں کا دل سے اٹھتا دھواں میرے پاس ہے
اکبر کا سرخ خونِ جواں میرے پاس ہے

مودّت

اس خون سے جو چاہو تو سب ماجرا لکھوں
بیٹی! جوابِ خط میں تمہارے مَیں کیا لکھوں

نوحہ

آیئے شبیرؑ کا ماتم کریں
دل کو زخمی آنکھ کو پُرنم کریں

وہ شہِ مظلوم شاہؑ کربلا
انبیاء کا رشک فخرِ اولیاء
سامنے اس کے سر اپنا خم کریں
آیئے شبیرؑ کا ماتم کریں

مہر و مہ ہوں یا زمین و آسماں
اس کے غم میں کیوں نہ ہوں گریہ کناں؟
جس کا ماتم شاہِ دو عالمؐ کریں
آیئے شبیرؑ کا ماتم کریں

اس کی ہر اک ضرب، ضربِ لاالہ
اس کا نعرہ، نعرۂ صبر و رضا
ہر نفس ہر ثانیہ ہر دم کریں
آیئے شبیرؑ کا ماتم کریں

یہ وظیفہ اس لہو کی یاد ہے
قصر الا اللہ کی جو بنیاد ہے
کیوں نہ اس بنیاد کو محکم کریں
آیئے شبیرؑ کا ماتم کریں

مودّت

دے رہا ہے آج جو درسِ وفا
وہ علم ہے سطوتِ اسلام کا
پر کشا عباسؑ کا پرچم کریں
آیئے شبیرؑ کا ماتم کریں

ذہن روشن ہے حسینی فکر سے
روح تازہ ہوتی ہے اس ذکر سے
روح کو اور ذہن کو باہم کریں
آیئے شبیرؑ کا ماتم کریں

حریت ہو عام انساں کے لیے
سارے محکوموں کو آزادی ملے
ظلم استبداد کو برہم کریں
آیئے شبیرؑ کا ماتم کریں

یہ سعادت ہے ہر اک غمخوار کی
یہ ریاضت ہے ہر اک دیندار کی
اس ریاضت کو نہ ہرگز کم کریں
آیئے شبیرؑ کا ماتم کریں

ہو غمِ شبیرؑ کا حق کیا ادا؟
اس عبادت کی نہیں کوئی قضا
ہو سحؔر یا شام اسے پیہم کریں
آیئے شبیرؑ کا ماتم کریں